جناب ارشاد احمد حقانی، راجہ فتح خاں اور تاریخ سے فریب

شکیل عثمانی

وطن عزیز کے سینئر صحافی اور روزنامہ جنگ کے کالم نگار، جناب ارشاد احمد حقانی نے اپنے کالم ''حرفِ تمنا'' مورخہ 27 جون 2009ء میں اپنے دیرینہ کرم فرما راجہ فتح خاں صاحب کا ایک خط بعنوان ''قومی ریاست کا مذہبی ریاست تک سفر'' شائع کیا ہے۔ راجہ صاحب نے اپنے خط میں نظریہ پاکستان، قائداعظم کی 11 اگست 1947ء کی تقریر، سیکولرازم اور 7 ستمبر 1974ء کی آئینی ترمیم (جس کے تحت احمدیوں (قادیانیوں) کو غیر مسلم اقلیت قرار دیا گیا) سمیت مختلف قومی مسائل پر اظہار خیال کیا ہے۔ جناب ارشاد احمد حقانی کے کالم میں یہ جملہ درج نہیں ہے کہ کالم نگار کا مراسلہ نگار کی رائے سے متفق ہونا ضروری نہیں اور یہ خط جناب حقانی نے بغیر کسی تبصرے یا استدراک کے شائع کیا ہے، اس لیے اگر یہ کہا جائے کہ وہ اس کے مندرجات سے متفق ہیں تو غلط نہیں ہوگا۔ اس خط کے بارے میں چند معروضات پیش کی جاتی ہیں۔

اگرچہ راجہ صاحب کا یہ خط غلط بیانیوں اور غلط فہمیوں کا مجموعہ ہے لیکن اس کا سب سے دلچسپ حصہ وہ ہے جس میں انھوں نے فرمایا ہے کہ پاکستانی ریاست نے جماعت احمدیہ (قادیانی جماعت) کو اس کی مرضی کے خلاف غیر مسلم قرار دے دیا۔ راجہ صاحب کے خط سے ظاہر ہوتا ہے کہ وہ اسلامی تاریخ اور علوم اسلامیہ پر گہری نظر رکھتے ہیں۔ ان سے سوال ہے کہ کیا نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے انتقال کے بعد جب پہلے خلیفۂ راشد حضرت ابوبکر صدیق اور صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے مدعیانِ نبوت اور ان کے پیروکاروں کو مرتد قرار دے کر ان کے خلاف جہاد کا اعلان کیا تھا تو کیا ان کی مرضی معلوم کی تھی کہ ہم آپ کو مرتد قرار دیں یا نہ دیں؟

یہ اہل پاکستان کی خوش قسمتی ہے کہ راجہ فتح خاں صاحب نے علامہ اقبال کو تحریک پاکستان کے ہراول دستے کے قائدین میں شمار کیا ہے۔ راجہ صاحب کی اس فیاضی سے فائدہ اٹھاتے ہوئے میں ان کی توجہ علامہ کے اس بیان کی طرف مبذول کرانا چاہتا ہوں جو جسٹس (ریٹائرڈ) عطاء اللہ سجاد کی روایت (مطبوعہ روزنامہ نوائے وقت، 21 اپریل 1999ء) کے مطابق علامہ نے مرزا غلام احمد قادیانی اور دوسرے احمدی رہنماؤں کی کتابوں کے براہ راست مطالعے کے بعد مئی 1935ء میں ''قادیانی اور راسخ العقیدہ مسلمان'' کے عنوان سے جاری کیا۔ یہاں یہ وضاحت بے محل نہ ہوگی کہ اس سے قبل متعدد وجوہ کی بنا پر علامہ نے بہ امعانِ نظر احمدی تحریک کا مطالعہ نہیں کیا تھا۔ اس بیان میں قادیانیوں اور مسلمانوں کے نزاع پر مختصراً روشنی ڈالنے کے بعد علامہ اقبال نے حکومت سے مطالبہ کیا کہ وہ قادیانیوں کو مسلمانوں سے الگ جماعت تسلیم کرے۔ علامہ نے اس بیان میں کہا:

> ''[مسلم معاشرہ] ان تحریکوں کے معاملے میں زیادہ حساس ہے جو اس کی وحدت کے لیے خطرناک ہیں۔ چناں چہ ہر ایسی مذہبی جماعت جو تاریخی طور پر اسلام سے وابستہ ہو، لیکن اپنی بناء نئی نبوت پر رکھے اور بہ زَعمِ خود اپنے الہامات پر اعتقاد نہ رکھنے والے تمام مسلمانوں کو کافر سمجھے، [ہر] مسلمان اسے اسلام کی وحدت کے لیے ایک خطرہ تصور کرے گا اور یہ اس لیے کہ اسلامی وحدت ختم نبوت ہی سے استوار ہوتی ہے۔'' (حرف اقبال، ص 104,103)

علامہ اقبال کے اس بیان کی روشنی میں مرزا غلام احمد قادیانی کے دو دعاوی ملاحظہ فرمائیں:

مرزا صاحب نے 23 مئی 1908ء کو اخبار عام لاہور کو مندرجہ ذیل خط لکھا:

> ''میں خدا کے حکم کے موافق نبی ہوں اور اگر میں اس سے انکار کروں تو میرا گناہ ہوگا اور جس حالت میں خدا میرا نام نبی رکھتا ہے تو میں کیوں کر انکار کر سکتا ہوں۔ میں اس پر قائم ہوں اس وقت تک جو اس دنیا سے گزر جاؤں''۔ (اخبار عام، 26 مئی 1908ء منقول از حقیقت النبوۃ از مرزا محمود احمد، ص 271)

یہ خط 26 مئی 1908ء کے اخبار عام میں شائع ہوا اور اسی دن مرزا صاحب وفات پا گئے گویا یہ ان کا آخری عقیدہ تھا۔ مرزا صاحب نے یہ بھی کہا کہ جو ان کے دعویٰ کو نہ مانے وہ کافر ہے۔ وہ لکھتے ہیں:

> ''خدا تعالیٰ نے میرے پر ظاہر کیا ہے کہ ہر ایک شخص جس کو میری دعوت پہنچی ہے اور اس نے مجھے قبول نہیں کیا مسلمان نہیں ہے۔'' (تذکرہ، ص 519، طبع چہارم)

مرزا صاحب کے صاحبزادے اور دوسرے خلیفہ مرزا بشیر الدین محمود لکھتے ہیں:

> ''کل مسلمان جو حضرت مسیح موعود کی بیعت میں شامل نہیں ہوئے خواہ انھوں نے حضرت مسیح موعود کا نام بھی نہیں سنا ہو کافر اور دائرہ اسلام سے خارج ہیں۔'' (آئینہ صداقت، ص 35)

اس سے پہلے عرض کیا جا چکا ہے کہ علامہ اقبال نے اپنے مئی 1935ء کے بیان میں حکومت سے مطالبہ کیا کہ قادیانیوں کو مسلمانوں سے الگ جماعت تسلیم کیا جائے۔ یہ بیان 1935ء کے ایکٹ کے تناظر میں جاری کیا گیا تھا، جس کے تحت برصغیر میں عام انتخابات ہونے والے تھے۔ علامہ کے بیان پر پنڈت جواہر لعل نہرو نے ماڈرن ریویو کلکتہ میں تین ناقدانہ مضامین لکھے، جن کے جواب میں علامہ نے جنوری 1936ء میں ''اسلام اینڈ احمدازم'' کے عنوان سے ایک طویل مضمون لکھا۔ اس مضمون میں انھوں نے قادیانی تحریک کا سیاسی پس منظر بیان کرنے کے علاوہ ختم نبوت کے مذہبی، سیاسی اور عمرانی پہلوؤں کو واضح کرتے ہوئے پنڈت جی کے اعتراضات کا نکتہ بہ نکتہ ایسا جواب دیا کہ موصوف کو خاموش ہونا پڑا۔ علامہ کا یہ طویل مضمون کتابچے کی شکل میں مختلف اداروں

اور اسلامی انجمنوں نے انگریزی اور اردو میں لاکھوں کی تعداد میں مفت یا معمولی قیمت پر شائع کیا اور وطن عزیز میں عام دستیاب ہے۔لطیف احمد خاں شروانی نے اپنی مرتبہ انگریزی کتاب "Speeches, Writings and Statements of Iqbal" اور اس کے اردو ترجمے ''حرفِ اقبال'' میں اس طویل مضمون کے علاوہ علامہ کے قادیانیت پر تمام بیانات اور انٹرویوز کو بھی شامل کرلیا ہے۔21 جون 1936ء کو علامہ اقبال نے پنڈت نہرو کے نام ایک خط لکھا جسے پنڈت جی نے اپنی کتاب "A Bunch of Old Letters" میں شائع کیا ہے۔علامہ نے لکھا کہ ''اسلام اینڈ احمد ازم'' کے عنوان سے ان کے طویل مضمون کا مقصد یہ واضح کرنا تھا کہ مسلمانوں میں انگریز اقتدار سے وفاداری کے جذبات کیسے پیدا ہوئے اور احمدیت نے ان کے لیے الہامی بنیاد کس طرح فراہم کی؟اس خط کا یہ جملہ علامہ کے مافی الضمیر کو مکمل طور پر واضح کرتا ہے:

"I have no doubt in my mind that the Ahmadis are traitors both to Islam and to India"

''میرے ذہن میں اس بارے میں کوئی شک وشبہ نہیں ہے کہ احمدی اسلام اور ہندوستان دونوں کے غدار ہیں۔''

اس خط کا انگریزی متن لطیف احمد شروانی کی مذکورہ بالا کتاب میں دیکھا جا سکتا ہے۔ اردو ترجمے کے لیے ملاحظہ ہو ''خطوط اقبال'' مرتبہ رفیع الدین ہاشمی ص 258,256۔

7 ستمبر 1974ء کو پاکستان کی قومی اسمبلی نے ایک آئینی ترمیم کے ذریعے قادیانیوں کو غیر مسلم اقلیت قرار دے کر ''تحریک پاکستان کے ہراول دستے کے ایک قائد'' علامہ اقبال کے مطالبے کی تکمیل کی۔ممتاز اقبال شناس اور دانش ور پروفیسر فتح محمد ملک 7 ستمبر 1974ء کی آئینی ترمیم کا حوالہ دیتے ہوئے لکھتے ہیں:

''ہماری قومی اسمبلی نے خود کو اسلامی قانون سازی کی خاطر اجماع امت کے حصول کا ذریعہ بنایا تو [قادیانیت] کا سوال امن وامان کی فضا میں اور کھلی بحث وتمحیص کی بدولت حل کرلیا گیا۔ ہماری قومی تاریخ کا یہ واقعہ اس حقیقت کا منہ بولتا ثبوت ہے کہ اقبال کا تصور اجماع برحق ہے۔''

(علامہ اقبال کا تصور اجتہاد، مرتبین ڈاکٹر ایوب صابر، محمد سہیل عمر، ص 58)

میں شروع میں لکھ چکا ہوں کہ راجہ فتح خاں صاحب کے خط سے ظاہر ہوتا ہے کہ وہ اسلامی تاریخ اور علوم اسلامیہ پر گہری نظر رکھتے ہیں۔ان کی نظر میں سورہ الاحزاب کی درج ذیل آیت:

''محمد صلی اللہ علیہ وسلم تمہارے مردوں میں سے کسی کے باپ نہیں ہیں، مگر وہ اللہ کے رسول اور خاتم النبیین ہیں۔''

اور درج ذیل حدیث ''میں خاتم النبیین ہوں، میرے بعد کوئی نبی نہیں'' ضرور ہوگی۔گزشتہ چودہ سو سال سے امت مسلمہ خاتم النبیین کے معنی آخری نبی کرتی رہی ہے اور درج بالا حدیث کے یہ الفاظ کہ ''میرے بعد کوئی نبی نہیں''، مکمل طور پر وضاحت کر دیتے ہیں کہ بابِ نبوت ہمیشہ کے لیے مسدود ہو چکا ہے۔اگر راجہ فتح خاں صاحب قادیانی نہیں ہیں تو وہ بھی چودہ سو سالہ اجماع امت کے مطابق خاتم النبیین کے معنی آخری نبی ہی کریں گے۔اس کے برعکس جماعت احمدیہ اجرائے نبوت کی قائل ہے۔مرزا غلام احمد قادیانی کے صاحبزادے اور دوسرے خلیفہ مرزا بشیر الدین محمود لکھتے ہیں:

''انھوں نے یہ سمجھ لیا کہ خدا کے خزانے ختم ہو گئے......ان کا یہ سمجھنا خدا تعالیٰ کی قدر کو ہی نہ سمجھنے کی وجہ سے ہے، ورنہ ایک نبی کیا، میں تو کہتا ہوں ہزاروں نبی ہوں گے''۔

(انوار خلافت، ص 62، بحوالہ قادیانی مذہب کا علمی محاسبہ از پروفیسر الیاس برنی، ص 230، ملتان ایڈیشن) وہ مزید لکھتے ہیں:

''اگر میری گردن کے دونوں طرف تلوار بھی رکھ دی جائے اور مجھے کہا جائے تم یہ کہو کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد کوئی نبی نہیں آئے گا تو میں اسے کہوں گا تو جھوٹا ہے، کذاب ہے۔آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد نبی آ سکتے ہیں اور ضرور آ سکتے ہیں۔''

(انوار خلافت، ص 65، بحوالہ قادیانی مذہب کا علمی محاسبہ از پروفیسر الیاس برنی، ص 231، ملتان ایڈیشن)

اب راجہ صاحب خود ہی فرمائیں کہ کیا اسلام اور قادیانیت دو متوازی دین نہیں ہیں؟

راجہ فتح خاں صاحب سے ایک اور سوال ہے کہ اگر وہ پاکستان کے انتظامی سربراہ ہوں اور چند لاکھ افراد پر مشتمل ایک گروہ پاکستان آرمی کی وردی پہن کر اپنے آپ کو پاکستان آرمی قرار دے، پاکستان آرمی کی طرح ڈرل کرے، پاکستان آرمی کی طرح ہتھیار رکھے اور پاکستان آرمی کی طرح اپنے عہدے داروں کو جنرل، کرنل، میجر اور کیپٹن کہے تو کیا وہ اس گروہ کے خلاف مناسب کارروائی نہیں کریں گے؟ یہی مناسب کارروائی اس آئینی ترمیم کے ذریعے ہوئی جو پاکستان کی قومی اسمبلی نے 7 ستمبر 1974ء کو منظور کی تھی۔

پاکستان کے قادیانی وزیر خارجہ سر ظفر اللہ خاں نے سوگواروں میں موجود ہونے کے باوجود قائداعظم کی نماز جنازہ نہیں پڑھی۔سر ظفر اللہ کے اس طرز عمل کو درست ثابت کرنے کے لیے راجہ فتح خاں صاحب نے مغالطہ دینے کی انتہا کر دی ہے۔ان کا کہنا ہے:

''ملائیت کے فتوؤں کی وجہ سے دوسرے فرقے قادیانیوں کی نماز جنازہ نہیں پڑھتے، قادیانی بھی جواباً ان کا جنازہ نہیں پڑھتے۔''

یہاں پہلا مغالطہ یہ ہے کہ قائداعظم نے اپنی کس تحریر یا تقریر میں کہا کہ قادیانیوں کی نماز جنازہ پڑھنا جائز نہیں ہے اور جب کوئی ایسی بات ریکارڈ پر نہیں ہے اور یقیناً نہیں ہے تو قائداعظم کی نماز جنازہ نہ پڑھنے کا کیا جواز ہے؟ حقیقت یہ ہے کہ سر ظفر اللہ نے قائداعظم کی نماز جنازہ بانی تحریک احمدیہ مرزا غلام احمد قادیانی اور ان کے

صاحبزادے اور دوسرے جانشین مرزا بشیرالدین محمود کے اُن احکامات کے تحت نہیں پڑھی جن میں کہا گیا ہے، چوں کہ غیر احمدی دائرہ اسلام سے خارج ہیں اس لیے کوئی احمدی غیر احمدی کا جنازہ نہیں پڑھ سکتا۔ یہ احکامات ان دونوں رہنماؤں کی کتابوں میں موجود ہیں۔

قائداعظم کی نماز جنازہ نہ پڑھنے کے سلسلے میں سرظفراللہ خاں اور جماعت احمدیہ نے مختلف پینترے بدلے۔

منیر انکوائری کمیشن کے سامنے سرظفراللہ خاں نے قائداعظم کی نماز جنازہ میں اپنی عدم شرکت کی وضاحت کرتے ہوئے کہا:

''نماز جنازہ کے امام مولانا شبیر احمد عثمانی احمدیوں کو کافر، مرتد اور واجب القتل قرار دے چکے تھے، اس لیے میں اس نماز میں شریک ہونے کا فیصلہ نہ کر سکا جس کی امامت مولانا کر رہے تھے''۔

(فسادات پنجاب کی تحقیقاتی عدالت کی رپورٹ ص،212)

لیکن منیر کمیشن کی تشکیل سے قبل جب ان سے پوچھا گیا کہ آپ نے قائداعظم کی نماز جنازہ کیوں نہیں پڑھی تو انھوں نے جواب دیا:

''آپ مجھے کافر حکومت کا مسلمان وزیر سمجھ لیں یا مسلمان حکومت کا کافر ملازم''۔

(روزنامہ زمیندار لاہور،8 فروری 1950)

جب یہ واقعہ اخبارات میں آیا تو جماعت احمدیہ ربوہ نے اس پر اپنے ردعمل کا اظہار کرتے ہوئے کہا:

''جناب چودھری ظفراللہ خاں صاحب پر ایک اعتراض یہ کیا جاتا ہے کہ آپ نے قائداعظم کا جنازہ نہیں پڑھا۔ تمام دنیا جانتی ہے کہ قائداعظم احمدی نہ تھے لہٰذا جماعت احمدیہ کے کسی فرد کا ان کا جنازہ نہ پڑھنا کوئی قابل اعتراض بات نہیں''۔ (ٹریکٹ نمبر 22 بعنوان ''احراری علماء کی راست گوئی کا نمونہ''، ناشر مہتمم نشرواشاعت نظارۃ دعوت وتبلیغ صدر انجمن احمدیہ، ربوہ)

قادیانی اخبار روزنامہ الفضل نے سرظفراللہ کے طرزعمل کا دفاع اس طرح کیا:

''کیا یہ حقیقت نہیں ہے کہ ابوطالب بھی قائداعظم کی طرح مسلمانوں کے بہت بڑے محسن تھے۔ مگر نہ مسلمانوں نے آپ کا جنازہ پڑھا اور نہ رسول اللہ نے''۔ (الفضل،28 اکتوبر 1952ء)

راجہ فتح خاں صاحب نے ''تاریخ کو مسخ کرنے کی سعی لاحاصل'' کرتے ہوئے ایک اور غلط بیانی یہ کی ہے کہ جماعت احمدیہ نے مطالبہ پاکستان کی علانیہ حمایت کی۔ تاریخ کا عام طالب علم بھی یہ بات جانتا ہے کہ تحریک پاکستان کی حمایت وہ جماعت کر سکتی ہے جو تقسیم ہند کی حامی ہو جب کہ جماعت احمدیہ اکھنڈ بھارت کی حامی تھی۔ یہ ایک ایسی حقیقت ہے جس سے وہی انکار کر سکتا ہے جو دن کی روشنی میں آنکھیں بند کر لے اور کہے کہ سورج غروب ہو چکا ہے۔ اس سلسلے میں سب سے پہلے راجہ فتح خاں صاحب کے سیکولر قبیلے کے ممتاز رکن جسٹس محمد منیر کی شہادت پیش کی جاتی ہے۔ 1953ء کے فسادات پنجاب کی تحقیقاتی عدالت کی رپورٹ میں جسٹس صاحب لکھتے ہیں:

''جب ملک کی تقسیم سے مسلمانوں کے لیے ایک علیحدہ وطن کی دھندلی تصویر ابھرنے لگی تو احمدی آنے والے واقعات کے متعلق متفکر ہو گئے۔ 1945ء سے 1947ء کے آغاز تک احمدیوں کی بعض تحریروں سے منکشف ہوتا ہے کہ انھیں برطانیہ کے جانشین بننے کی توقع تھی، مگر جب پاکستان کی خیالی تصویر حقیقت کا روپ دھارنے لگی تو انھیں نئی ریاست کے تصور کے ساتھ دائمی ہم آہنگی مشکل محسوس ہونے لگی۔ انھوں نے اپنے آپ کو ایک مخمصے میں پایا ہو گا کیونکہ وہ ایک سیکولر ہندو ریاست، بھارت کا انتخاب نہیں کر سکتے تھے، نہ ہی پاکستان کا، جہاں تفرقے بازی کی حوصلہ افزائی کی توقع نہیں تھی۔ ان کی بعض تحریروں سے ظاہر ہوتا ہے کہ وہ تقسیم کے مخالف تھے اور اگر تقسیم ہو گئی تو وہ دوبارہ اتحاد کی سعی کریں گے۔'' (ص 196)

اب تاریخی ترتیب سے وہ انٹرویوز پیش کیے جاتے ہیں جو امام جماعت احمدیہ مرزا بشیرالدین محمود نے تقسیم ہند کے موضوع پر دیے۔ واضح رہے کہ احمدی لٹریچر میں مرزا بشیرالدین محمود کو مرزا محمود احمد بھی لکھا جاتا ہے۔

اپریل 1946ء میں دورہ سندھ سے واپسی پر مرزا محمود احمد نے ڈیلی گزٹ کے نامہ نگار کو مندرجہ ذیل انٹرویو دیا:

سوال: آپ کا پاکستان کے بارے میں کیا خیال ہے؟

جواب: میرا پاکستان ہندوستان تک محدود نہیں ہے، بلکہ یہ تمام دنیا پر محیط ہے اور اگر آپ موجودہ پاکستان کے بارے میں پوچھ رہے ہیں۔ تو میرا خیال ہے کہ سیاست میرے دائرہ عمل سے باہر ہے۔

(الفضل قادیان،25 اپریل 1946ء)

امید ہے کہ راجہ صاحب نے مرزا صاحب کا پہلا پینترا ملاحظہ فرما لیا ہو گا۔ اب اُن کا دوسرا پینترا ملاحظہ فرمائیں:

اپریل 1947ء میں مرزا محمود احمد دوبارہ سندھ کے دورے پر گئے۔ واپسی پر ہندوستان ڈیلی گزٹ کے نمائندے لال وانی نے ان کا انٹرویو کیا۔ ایک سوال پاکستان کے بارے میں تھا۔

سوال: کیا پاکستان عملی طور پر ممکن ہے؟

جواب: سیاسی اور معاشی نقطۂ نگاہ سے یہ ممکن ہوسکتا ہے۔ تاہم میں ذاتی طور پر سمجھتا ہوں کہ ملک کو تقسیم کرنے کی کوئی ضرورت نہیں۔ آج کی دنیا میں ترقی کا انحصار اتحاد پر ہے۔
(الفضل قادیان، 12 اپریل 1947ء)

5 اپریل کو روزنامہ الفضل قادیان نے بڑے مؤثر انداز میں واضح کیا کہ احمدی غیر منقسم ہندوستان پر یقین رکھتے ہیں اور اس کی تقسیم کی مخالفت کرتے ہیں۔ اپنے ایک خواب کی تعبیر بیان کرتے ہوئے امام جماعت احمدیہ نے اپنے پیروکاروں کو نصیحت کی کہ وہ ہندو۔ مسلم اتحاد کے لیے کام کریں تاکہ ہندو۔ مسلم سوال کو ختم کیا جاسکے اور ہندستان کی تمام قومیں اتحاد سے رہنے کے قابل ہوسکیں۔ اس سے ملک تقسیم کی ابتلا سے بچ جائے گا۔ انھوں نے کہا کہ اگرچہ یہ ایک سخت مشکل کام ہوسکتا ہے، مگر اس کے نتائج شاندار ہوں گے۔ انھوں نے دعویٰ کیا کہ یہ خدا کی مرضی ہے کہ ہندوستان کی تمام اقوام متحد ہوں تاکہ احمدیت وسیع پیمانے پر ترقی کرسکے۔ اپنے اس خواب کا حوالہ دیتے ہوئے جس میں انھوں نے اپنے آپ کو اور مہاتما گاندھی کو ایک بستر پر لیٹے دیکھا تھا، یہ نتیجہ اخذ کیا:

''بہت کم عرصے کے لیے شاید ہندوؤں اور مسلمانوں میں علیحدگی ہو جائے گی، مگر یہ تقسیم خالصتاً عارضی ہوگی اور ہمیں کوشش کرنی چاہیے کہ یہ عارضی تقسیم جلد ہی ختم ہو جائے۔''

مرزا محمود احمد کی یہ نصیحت الفضل میں ''اکھنڈ ہندستان'' کے عنوان سے شائع ہوئی۔ (الفضل قادیان، 5 اپریل 1947ء)

16 مئی 1947ء کو مرزا محمود احمد نے اپنی مجلسِ عرفان میں اپنے پیروکاروں سے خطاب کرتے ہوئے کہا:

''میں قبل ازیں بتا چکا ہوں کہ اللہ تعالیٰ کی مشیت ہندستان کو اکٹھا رکھنا چاہتی ہے۔ یہ ممکن ہے کہ قوموں میں منافرت کے سبب یہ عارضی طور پر منقسم ہو جائے۔ یہ اور بات ہے کہ ہم ہندستان کی تقسیم پر رضامند ہوئے تو خوشی سے نہیں بلکہ مجبوری سے، اور پھر یہ کوشش کریں گے کہ کسی نہ کسی طرح جلد متحد ہو جائیں۔'' (الفضل قادیان، 17 مئی 1947ء)

یہ ایک دلچسپ امر ہے کہ قیام پاکستان کے بعد بھی مرزا محمود احمد اکھنڈ ہندوستان کے حامی رہے۔ 15 اگست 1947ء کو اپنے پیروکاروں سے خطاب کرتے ہوئے انھوں نے متحدہ ہندستان کی خواہش کا اظہار کیا اور دعا کی:

''خدا امن اور مفاہمت کے ذریعے ایسے حالات پیدا کرے کہ ہم اس ملک کو ایک بار پھر متحد دیکھ سکیں اور اسے اسلام کا ایک مرکز بنا سکیں''۔ (الفضل قادیان، 16 اگست 1947ء)

بہرحال مطالبہ پاکستان کے حق میں مرزا محمود احمد کے ایک آدھ بیان کی حیثیت زبانی جمع خرچ (lip service) سے زیادہ نہیں ہے۔

وہ قارئین جو ٹی وی کے بھی ناظرین ہیں۔ راجہ فتح خاں صاحب کو ایک ترقی پسند اور سامراج دشمن دانش ور کی حیثیت سے جانتے ہیں۔ حیرت ہے کہ راجہ صاحب اس جماعت کے وکیل صفائی کا کردار ادا کر رہے ہیں جس کے بانی نے بہ قول علامہ اقبال برطانوی حکومت سے وفاداری کو الہامی سند فراہم کی۔ علامہ کی رائے کی تائید میں مرزا غلام احمد قادیانی کی کتاب ''تریاق القلوب'' کے ضمیمہ نمبر 3 زیرِعنوان ''حضور گورنمنٹ عالیہ میں ایک عاجزانہ درخواست'' کا مندرجہ ذیل اقتباس پیش کیا جاتا ہے۔

''میں دعویٰ سے کہتا ہوں کہ میں تمام مسلمانوں میں سے اوّل درجے کا خیر خواہ گورنمنٹ انگریزی کا ہوں کیوں کہ مجھے تین باتوں نے خیر خواہی میں اوّل درجے پر بنا دیا ہے۔ (1) اوّل والد مرحوم کے اثر نے
(2) دوم اس گورنمنٹ عالیہ کے احسانوں نے (3) تیسرے خدا تعالیٰ کے الہام نے'' (ص 309، 310)

قرآن مجید کی سورہ النساء کی آیت نمبر 59 کا ترجمہ درج ذیل ہے:

''اے لوگو! جو ایمان لائے ہو، اطاعت کرو اللہ کی اور اطاعت کرو رسول کی اور ان لوگوں کی جو تم میں سے صاحب امر ہوں''۔

منکم کا ترجمہ ''تم میں سے'' متفق علیہ ترجمہ ہے۔ لیکن مرزا غلام احمد قادیانی اس آیت کی عجیب وغریب تاویل کرنے کے بعد لکھتے ہیں:

''میری نصیحت اپنی جماعت کو یہی ہے کہ وہ انگریزوں کی بادشاہت کو اپنے اولی الامر میں داخل کریں اور دل کی سچائی سے ان کے مطیع رہیں۔'' (ضرورۃ الامام ص 23)

میں راجہ فتح خاں صاحب کو دو نمبر سامراج دشمن (pseudo anti-imperialist) نہیں کہوں گا کیوں کہ وہ جماعت احمدیہ کے وکیلِ صفائی کا کردار اس گٹھ جوڑ کے تحت ادا کر رہے ہیں جو کمیونسٹوں، قادیانیوں، اور لبرلز (liberals) میں ہے۔ اس گٹھ جوڑ کی بنیاد طرز فکر اور مفادات کی ہم آہنگی ہے۔ جماعت احمدیہ کو بائیں بازو کے سیاسی رہنماؤں اور دانش وروں میں خاصے ہمدرد مل گئے ہیں۔ افسوس تو یہ ہے کہ جماعت احمدیہ کے پرجوش وکیلِ صفائی کا کردار ادا کرتے ہوئے راجہ فتح خاں صاحب نے تاریخ سے فریب کیا ہے۔ انہیں جماعت احمدیہ کی وکالت مبارک ہو۔ وہ خود احمدی (قادیانی) ہیں یا نہیں تو باقاعدہ اعلان کریں، منافقت سے کام نہ لیں۔